ĪQĀN- Vol: 03, Issue: 01, Dec-2020
DOI: 10.36755/iqan.v3i01.237 PP: 59-76

OPEN ACCESS
ĪQĀN
pISSN: 2617-3336
eISSN: 2617-3700
www.iqan.com.pk

مسلم معاشرت میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی روایت: عصری تطبیقات

The Tradition of Protecting Non-Muslim Places of Worship in Muslim Society: Contemporary Applications

***Hafiz Muhammad Naveed**
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Gujrat, Gujrat, Pakistan. < hamzaashafiq19@gmail.com >

****Dr. Muhammad Riaz Mahmood**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
University of Gujrat, Gujrat, Pakistan. < dr.riazmahmood@uog.edu.pk >

Version of Record
Received: 12-Jul-20
Accepted: 01-Nov-20
Online/Print: 30-Dec-20

ABSTRACT

In Pakistan Muslims are in majority in this state of extraordinary political and geo-strategic importance whereas the Christians, the Hindus, the Sikh, the Buddhist, the Bahaism and the Parsees are some of the remarkable religious minorities living here. These religious minorities are a symbol of the socio-religious diversity of Pakistan. In this prospect, the protection of the rights of the religious minorities is extremely necessary. The worship places of these minorities exist almost all over Pakistan. It is a matter of great satisfaction that Islam lays great emphasis on the sanctity of these worship places. Moreover, the Muslims have been taking extraordinary steps to protect these places. They have always been encouraging to build and promote such places. Even after having such a glorious background, the entire world generally and Pakistan especially is facing the gigantic dangers of socio-religious prejudices and intolerance. In this scenario, the worship places of the religious minorities are facing serious threats like terror attacks and disgrace. A comprehensive understanding and a lasting solution of these challenges should be sorted for a peaceful co-existence in Pakistan. This research article has been presented to comprehend different aspects of the protection of the worship places of the religious minorities of Pakistan.

Keywords: *Inter-religious; Harmony; Islam; Minorities; Pakistan; Religious; Worship Places.*

CC BY

تعارف:

اسلام انسانی حقوق کا داعی، تحمل و برداشت کا درس دینے والا اور امن و سلامتی کا عَلم بردار آفاقی و عالمگیر دین ہے۔[1] پیغمبرِ اسلام ﷺ نے مختلف مواقع پر غیر مسلموں کے ساتھ ایسا مثالی رَوَیہ رکھا جس سے دین اسلام کی عظمت و شان پوری طرح واضح ہو گئی۔ آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ میں حکمت و بصیرت کا بھرپور مظاہرہ فرمایا، وفدِ نجران سے وہ مثالی سلوک رکھا جس کی مثال تاریخِ انسانی میں تلاش کرنا مشکل ہے اور بین الاقوامی تعلقات میں فتح مکہ کی حیثیت عام معافی کے استعارہ کی سی بن گئی۔[2] مدینہ منورہ کے یہودیوں کی اہم عبادت گاہ 'بیت المدراس' میں داخل ہو کر اُن سے بات چیت کرنا[3] مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال قرار پایا۔ کسی مذہبی تعصّب کو رکاوٹ بنائے بغیر آپ ﷺ نے غیر مسلم ماہرین کی خدمات سے استفادہ فرمایا۔ مذہبی رواداری کی اس عظیم روایت کو نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی اُمّتِ مسلمہ نے جاری وساری رکھا۔

اس ضمن میں خلافتِ راشدہ اور اُموی خلافت میں مثالی کردار دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کسی بھی لشکر کو جنگ کے لیے روانہ فرماتے وقت اس کے سپہ سالار کو تنبیہ فرماتے کہ کسی عبادت گاہ کو گرایا نہ جائے۔[4] حضرت عمر فاروقؓ نے ادارہ جاتی تشکیل اور امورِ سلطنت میں صرف ایرانی مفتوح قوم کے نظام حکومت و معاشرت کو بھی مدِ نظر رکھا اور بہت سارے ایرانی باشندوں کو اپنے ہاں ملازمت فراہم کی اسی طرح بیت المقدس کی فتح کے وقت یہودیوں کی عبادت گاہ کی اپنی چادر کے ساتھ صفائی کر کے اپنے مذہبی عدمِ تعصّب کا ثبوت فراہم کیا۔[5] اموی خلافت میں مسلمانوں نے بہت سارے ممالک کو فتح کیا جن کے نتیجے میں اہلِ اسلام نے دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ساتھ وسیع پیمانے پر تعلقات قائم کیے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے مذہبی رواداری کو وسیع پیمانے پر فروغ دیا۔ انہوں نے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو نہ صرف تحفظ فراہم کیا بلکہ منہدم شدہ گرجا گھروں کی تعمیر کا بھی حکم دیا۔[6] اسی طرح اموی عہد حکومت میں دیگر مذاہب کے لوگوں کو نہ صرف نئی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت فراہم کی

---

[1] الکافرون، ۱۔۵.

[2] محمد عبد الملک ابن ھشام، **السیرۃ النبویۃ** (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ)، ۲: ۱۶۷؛ محمد بن سعد الزھری، **الطبقات الکبریٰ** (بیروت: دار احیاء التراث العربی ۱۹۸۵م)، ۳: ۱۸۲.

[3] محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، (الریاض: دار السلام، ۲۰۱۰ء)، حدیث: ۳۱۲۷.

[4] مالک بن انس، **الموطا**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۱۰ء)، ۴۴۸.

[5] اسماعیل بن عمر ابن کثیر، **البدایۃ والنھایۃ** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۱۵م)، ۷: ۸۵.

[6] احمد بن یحییٰ البلاذری، **فتوح البلدان** (بیروت: دار و مکتبۃ الھلال، ۱۹۹۸م)، ۱۵۰.

جاتی بلکہ اس معاملہ میں اُن کی مالی معاونت بھی کی جاتی تھی۔[1] عباسی خلافت میں مذہبی رواداری اور تحمل و برداشت کو بہت زیادہ وسعت نصیب ہوئی۔ عباسی خلافت اپنے رقبہ، آبادی، جغرفیائی حدود، سیاسی تناظر اور تمدنی ترقیوں کے اعتبار سے شان و شوکت کے اعلیٰ معیارات کی حامل تھی۔ مسلم اندلس اور برصغیر کے مسلم فاتحین اور حکمرانوں کے ادوار میں بھی دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں غیر مسلموں سے رواداری کے بہترین مواقع سامنے آئے۔ زیر نظر مقالہ میں اسلامی تاریخ کے اُن احوال کا مطالعہ کیا گیا ہے جن میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت اور تعمیر و ترقی کے لیے خصوصی اقدامات کیے گئے۔ آخر میں یہ بحث بھی کی گئی ہے کہ دور حاضر میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو کون کون سے چیلنجز در پیش ہیں۔ نیز کس طرح دور حاضر میں اسلامی تاریخ کے اُن مثالی اقدامات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی فکر و فلسفہ کی تعبیر و تشریح اور اُس کی تنفیذ میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے تحفظ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ مسلم تاریخ اس پر شاہدِ عدل ہے کہ ان موضوعات کے مختلف پہلوؤں پر جو کتب تحریر کی گئیں اُن میں سے محمد طارق محمود چغتائی کی 'غیر مسلموں کی عبادت گاہیں، اُن کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں'[2] دستیاب ہوئی ہے۔ اِن موضوعات پر جو تحقیقی مضامین میسر آئے اُن میں محمد منشاء طیب اور ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری کا 'اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کا حق عبادت۔ شرعی جائزہ'[3] اور ڈاکٹر محمد منشاء طیب اور یاسر فاروق کا 'اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں اور مذہبی آزادی: فقہ السیرۃ کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ'[4] شامل ہیں۔

مندرجہ بالا کتب و مضامین میں زیر نظر موضوع کا بہت سا مواد ضمنی و جزوی طور پر ضرور زیر بحث آیا ہے مگر زیر نظر عنوان پر بعینہٖ کوئی تحریر نہیں لکھی گئی۔ مقالہ ہٰذا کو چھ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے جُزو میں تعارفِ موضوع کو واضح کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں موضوع ہٰذا کے مختلف پہلوؤں پر ہونے والے تحقیقی و تالیفی کام کو درج کیا گیا ہے نیز اس مقالے کی داخلی تقسیم کو واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے جُزو میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق اسلامی تعلیمات کو قرآن، حدیث، اقوال صحابہ اور مختلف تفسیری نکات کی شکل میں درج کیا گیا ہے۔ تیسرے جُزو میں اسلامی تہذیب میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی تاریخی روایت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے جُزو میں اُن عصری تحدیات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے جو ان عبادت گاہوں سے متعلق مسلم فکر و ثقافت کو

---

[1]T. W. Arnold, *The Preaching of Islam* (London :Constable and Company Ltd, 1913), 66.

[2]محمد طارق محمود چغتائی، **غیر مسلموں کی عبادت گاہیں، اُن کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں**(لاہور: ماہنامہ عبقری، ۲۰۱۴ء).

[3]محمد منشاء طیب، ڈاکٹر احسان الرحمن غوری، **اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کا حق عبادت۔ شرعی جائزہ**، شش ماہی، القلم، (لاہور: ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب، ۲۰۱۲ء)، ۲۵۶۔۲۶۸.

[4]ڈاکٹر محمد منشاء طیب، یاسر فاروق، **اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں اور مذہبی آزادی: فقہ السیرۃ کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ**، شش ماہی، جرنل آف ریلیجس سٹڈیز، (چترال: یونیورسٹی آف چترال، ۲۰۱۹ء)، ۳۰۔۴۶.

درپیش ہیں۔ پانچویں جُزو میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق اسلامی تعلیمات کی عصری تطبیقات کو بیان کیا گیا ہیں ۔ جبکہ چھٹا اور آخری جُزو میں خلاصۂ بحث کے لیے مختص کیا ہے۔

۲۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق اسلامی تعلیمات:

اِسلام ایک ایسا آفاقی دین ہے جس نے غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی فراہم کرنے کے ساتھ اِنہیں اپنے مذہبی شعائر بجالانے ، اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت اور نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دی ہے۔ اِسلامی ریاست پر تمام مذاہب کے ماننے والوں کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کے تحفظ کی ذمہ داری ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

''وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا''[1]

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے منع نہ کرتا تو وہ خانقاہیں، گرجے، معبد اور مساجد گرادی جاتیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے''

امام جصّاص علیہ الرحمہ اِس آیت کریمہ کو ذکر کرنے کے بعد امام حسن بصری علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہیں :

''يَدْفَعُ عَنْ هَدْمِ مُصَلَّيَاتِ أَهْلِ الذِّمَّةِ بِالْمُؤْمِنِيْنَ''[2]

''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے اہلِ ذمّہ کی عبادت گاہوں کو گرنے سے روکتا ہے''

امام جصّاص مزید لکھتے ہیں :

''فِى الْآيَةِ دَلِيْلٌ عَلَى اَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُوْرَةَ لَا يَجُوْزُ اَنْ تُهْدَمَ عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ اَوْ عَهْدٌ مِنَ الْكُفَّارِ''[3]

''اِس آیت کریمہ میں اِس بات پر دلیل ہے کہ اِن مذکورہ جگہوں کو گرانا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ غیر مسلم ذِمّی یا معاہد کفّار کی ہوں''

امام محمد بن حسن کہتے ہیں کہ صلح کی وہ زمین جو مسلمانوں کا علاقہ بن جائے تو اِس میں یہود و نصاریٰ کے گرجاؤں اور پارسیوں کے آتش کدوں کو گرایا نہیں جائے گا۔[4]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں :

''اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی اِن کے معابد کی حفاظت کی گئی کیونکہ ان عبادت گاہوں

---

[1] الحج، ۴۰.

[2] احمد بن علی الجصاص، **احکام القرآن** (بیروت: دارِاحیاءالکتب العربیۃ، ۱۹۹۲ء)، ۵: ۸۳.

[3] ایضاً.

[4] ایضاً.

میں بہر حال اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور وہ بت پرستوں اور مشرکوں کے بت کدوں اور مندروں کی طرح نہیں ہیں"[1]

شیخ محمد عبدہ الفلاح لکھتے ہیں:

"اِس آیت کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ دیگر مذاہب کے مذہبی مقامات اور عبادت خانوں کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور اِن کو گرانا جائز نہیں ہے"[2]

علامہ ابن قیّم علیہ الرحمہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے متعلق اِسلامی تعلیمات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"يَدْفَعُ عَنْ مَوَاضِعِ مُتَعَبَّدَاتِهِمْ بِالْمُسْلِمِيْنَ كَمَا يُحِبُّ الدَّفْعَ عَنْ أَرْبَابِهَا وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُهُمْ وَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ الرَّاجِحُ، وَهُوَ مَذْهَبُ ابْنَ عَبَّاسٍ"[3]

"اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے اُن کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرتا ہے جیسا کہ وہ اِن کے معبودوں کا دفاع کرتا ہے اگرچہ وہ اُن کو ناپسند کرتا ہے۔ یہی راجح قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے"

مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو گرانے کی ممانعت ہے بلکہ اُن کے تحفظ واحترام کو اِسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا گیا۔ امام محمد بن حسن شیبانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"فِيْ أَرْضِ الصُّلْحِ إِذَا صَارَتْ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِيْنَ، لَمْ يُهْدَمْ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ بِيْعَةٍ أَوْ كَنِيْسَةٍ أَوْ بَيْتِ نَارٍ"[4]

"صلح والی زمین پر جب کوئی اِسلامی شہر بن جائے تو اُس زمین میں موجود گرجے، کلیسے اور آتش کدے ہرگز نہیں گرائے جائیں گے"

نبی اکرم ﷺ کے نجران کے عیسائیوں سے ہونے والے معاہدے میں بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ واحترام کو اِسلامی حکومت کی ذمہ داری میں شامل کیا گیا۔ اِس معاہدے میں جاری ہونے والے فرمان نبی ﷺ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"وَلِنَجرَانِ وَحَاشِيَتِهَا جَوَارُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَدِ رَسُولِ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَمَ عَلَى أَموَالِهِم وَأنفُسِهِم وَأرضِهِم وَمِلتِهِم وَغَائِبِهِم وَشَاهِدِهِم وَعَشِيرَتِهِم وَبِيَعِهِم وَكُلِ مَا تَحتَ أيدِيهِم مِن قَلِيلِ أو كَثِيرِ"[5]

"اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ اہلِ نجران اور اُن کے حلیفوں کے لیے اُن کے اموال، جانیں، زمینیں، دین، اُن کے غائب وحاضر، خاندان، عبادت گاہیں اور ہر تھوڑی اور کثیر چیز کے ذمہ دار ہیں"

---

[1] علامہ غلام رسول سعیدی، **تبیان القرآن** (لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۱۳ء)، ۵: ۷۶۴.

[2] محمد عبدہ الفلاح، **تفسیر اشرف الحواشی** (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۹۰ء)، ۳: ۳۷۵.

[3] محمد بن ابو بکر ابن القیم، **احکام ھل الذمۃ** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۱۰ء)، ۳: ۱۱۶۹.

[4] الجصاص، **احکام القرآن**، ۵: ۸۳.

[5] ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم، **کتاب الخراج** (بیروت: دار المعرفۃ، ۲۰۱۰ء)، ۸۷؛ محمد بن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، ۱: ۲۸۸.

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب کوئی اسلامی لشکر روانہ کیا جاتا تو اُس لشکر کے سپہ سالار کو یہ احکامات سکھائے جاتے:

"وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَلَا تَعْصَوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ وَلَا تَغرِقُنَّ نَخْلًا وَلَا تُحْرِقُنَّهَا وَلَا تَعْقِرُوْا بَهِيْمَةً وَلَا شَجَرَةً تُثْمِرُ وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا الشُّيُوْخَ وَلَا النِّسَاءَ وَسَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ فِی الصَّوَامِعِ فَدَعُوْهُمْ وَمَا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ لَهُ"[1]

"زمین میں فساد نہ کرنا، احکام کی نافرمانی نہ کرنا، کھجوروں کے درختوں کو کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، جانوروں کو نہ مارنا، پھل والے درخت نہ کاٹنا، عبادت گاہوں کو نہ گرانا، بچوں، بوڑھوں اور خواتین کو قتل نہ کرنا، جن لوگوں نے اپنے آپ کو گرجا گھروں میں محبوس کر رکھا ہے اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دینا"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو شام بھیجتے وقت یہ احکامات صادر فرمائے:

"وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا كَبِيْرًا وَلَا صَبِيا وَلَا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً"[2]

"اور عبادت گاہوں کو نہ گرانا اور بوڑھوں، بچوں، چھوٹوں اور خواتین کو قتل نہ کرنا"

اِسلامی تعلیمات میں غیر مسلموں کی جان، اموال اور خاندان کی حفاظت کے ساتھ اُن کی تمام اشیاء اور عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ ہو یا دور صحابہ رضی اللہ عنہم ہو یا بعد کے اَدوار، اِسلامی تاریخ غیر مسلم شہریوں سے حُسن سلوک کے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اِسلامی ریاست میں پُر سکون اور پُر امن زندگی گزارتے تھے حتیٰ کہ وہ اِسلامی ادوار کو اپنے حکمرانوں کے ادوار سے بہتر سمجھتے تھے۔ اُن کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں، اُن میں آزادی کے ساتھ وہ اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے تھے۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں:

"دورِ خلفاء راشدین سے غیر مسلم اپنی عبادات اور مذہبی رسومات آزادی سے بجالاتے آرہے ہیں اور اِس کی تفصیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اُن معاہدوں میں دیکھی جا سکتی ہے جو اُنھوں نے غیر مسلموں سے کیے تھے۔ اِس کی واضح مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ عہد نامہ ہے جو اُنھوں نے اہلِ بیت المقدس کے ساتھ طے کیا تھا"[3]

اِسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے طرزِ عمل سے واضح ہوتا ہے کہ اِسلام میں کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ اور مذہبی مقام کو منہدم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اِسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کا احترام کیا جائے اور ایک اِسلامی حکومت اُن کی ترقی کے لیے فنڈ مختص کرے تاکہ ضرورت کے مطابق اُن کی تعمیر و ترقی کا کام کیا جاسکے۔

---

[1] مالک بن انس، **المؤطا**، ۴۴۸۔

[2] علی المتقی الھندی، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۷۹ء)، ۴: ۴۷۵۔

[3] الدکتور یوسف القرضاوی، **القلیات الدینیۃ والحل فی الاسلام** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۹ء)، ۱۳۔

۳۔اسلامی تہذیب میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی تاریخی روایت کا جائزہ:

اِسلام تمام مذاہب کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کو تحفظ و احترام فراہم کرتا ہے اور اُن کے مذہبی شعائر کی بے ادبی سے روکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کی جان و مال کی حفاظت اور اُن کی عبادت گاہوں کے تحفظ و احترام کا درس دیا۔ عہدِ نبوی کے بعد تمام اِسلامی ادوار میں اِس روایت پر سختی سے عمل ہوتا رہا اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو جان، مال اور عزت کی حفاظت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے مذہبی شعائر اور عبادت گاہوں کی حفاظت کو لازمی قرار دیا گیا۔ ذیل میں اِسلامی ادوار کی بالترتیب امثلہ پیش کی جارہی ہیں:

اسلامی تہذیب و تمدن کے ارتقاء و استحکام میں عہدِ خلافتِ راشدہ نے اساسی کردار ادا کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جاتا جو عہد نبوی میں دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔ کسی بھی اِسلامی لشکر کو بھیجتے وقت دوسرے احکام پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ عبادت گاہوں کی حفاظت کی بڑی سختی سے تلقین کیا کرتے تھے۔[1] حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو جنگی مہم پر بھیجتے وقت 'وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً'[2] کے الفاظ ملتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر اہلِ بیت المقدس کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی ضمانت دی۔[3] دورِ جاہلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مسیحی راہب نے اپنی ایک خانقاہ کی امان لکھوائی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر اُس امان کو نافذ فرمادیا۔[4] اموی دور میں بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ پر سختی سے عمل کیا جاتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق کے مقام پر مسیحیوں کے گرجا یوحنا کو مسجد میں شامل کرنے کا ارادہ کیا لیکن مسیحی اِس بات پر راضی نہ ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ ترک فرمادیا۔ بعد میں ایک خلیفہ نے عیسائیوں سے جبراً وہ جگہ چھین کر مسجد میں شامل کرلی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے تو اِس ظالمانہ قبضہ کی اُن سے شکایت کی گئی، آپ نے دمشق کے گورنر کو لکھا کہ مسیحیوں کو گرجا کی وہ جگہ واپس کردی جائے جس کو مسجد میں شامل کیا گیا تھا۔[5] محمد بن قاسم نے ہندوستان میں رہنے والے دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُن کی عبادت گاہوں کا تحفظ بھی کیا اور اُن کے مذہبی مقامات کو اُسی حالت میں برقرار رکھا جس حالت پر وہ پہلے سے تھے۔ اِس دور میں اُن کو مکمل مذہبی حاصل تھی۔[6]

---

[1] مالک بن انس، **المؤطا**، ۴۴۸.

[2] علی المتقی الھندی، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، ۴: ۴۷۵.

[3] محمد بن جریر الطبری، **تاریخ الامم والملوک** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۱۰ء)، ۲: ۷۸۲.

[4] ابن کثیر، **البدایۃ والنھایۃ**، ۷: ۴۸۵.

[5] البلاذری، **فتوح البلدان**، ۱۵۰.

[6] سید صباح الدین عبد الرحمن، **ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری** (اعظم گڑھ: دار المصنفین، ۲۰۰۹ء)، ۱: ۳۳.

خلفاء عباسیہ نے دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو نہ صرف جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ فراہم کیا بلکہ اِن کی عبادت گاہوں کی بھی مکمل حفاظت کی۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، مجوسیوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھیں۔اُن کو نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ ہر لحاظ سے مالی وانتظامی معاونت بھی کی جاتی تھی۔کچھ گرجا گھروں کو دی گئی سہولیات حیرت انگیز تھیں۔

تاریخ میں ایک ایسے گرجا گھر کا ذکر بھی ملتا ہے جو نہر دجاج کے کنارے پر واقع تھا اور اس کے نام پر بہت سارے باغات وقف تھے۔[1] ابو جعفر منصور کی خلافت کے آخری دور میں غیر مسلم اقلیتوں کی ایک بڑی تعداد بغداد میں رہائش پذیر تھی۔بغداد کے آس پاس نسطوری فرقہ کی خانقاہیں اور گرجا گھر تھے جہاں راہب قیام کیا کرتے تھے۔[2] بغداد میں عیسائیوں کی بہت سی خانقاہیں پر کشش مقامات پر قائم تھیں، ان میں سے ایک دیر الضداد ی نزالد جاج مقام کے قریب عیسائیوں کی بستی میں تھی، دوسری درمالیس میں اور تیسری خانقاہ دیر الروم بغداد کے مشرقی حصے میں قائم تھی۔ موٴخر الذکر خانقاہ عیسائیوں کے نسطوری فرقے کے لیے مخصوص تھی، ان کے علاوہ اور بھی متعدد خانقاہیں موجود تھیں۔[3] خلیفہ منصور دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے لیے دلیرانہ اقدامات کیا کرتا تھا۔ ۷۵۹ء میں نصیبین کے مقام پر عیسائیوں کی ایک عبادت گاہ تعمیر کی گئی، اِس گرجا گھر پر نسطوری بشپ کپریان چھپن ہزار دینار خرچ کیے تھے۔[4] اسی دور میں ابو سرجہ کے گرجا گھر کو تعمیر کیا گیا جو قدیم قاہرہ کے پرانے رومی قلعہ میں بنایا گیا تھا۔[5] خلیفہ مہدی عباسی نے بغداد کی سرزمین پر عیسائی قیدیوں کے لیے ایک گرجا گھر تعمیر کروایا جو بلادِ روم کی جنگوں میں پکڑے گئے تھے۔[6] خلیفہ ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسفؒ سے جو کہ مذہبی معاملات کے افسرِ کل تھے، پوچھا کہ عیسائیوں کی عبادت گاہوں کی اسلام میں حفاظت کیوں کی جاتی ہے اور اس دور میں اِن کو اعلانیہ طور پر صلیب نکالنے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے۔[7] قاضی ابو یوسفؒ نے خلیفہ کو جواب لکھا:

"فانما کان الصلح جری بین المسلمین واهل الذمة فی اداء الجزیة وفتحت المدن علی ان لا تهدم بیعهم ولا کنائسهم داخل المدینة ولاخارجها وعلیٰ یحقنوا لهم دماءهم وعلیٰ ان یقاتلوا من ناواهم من عدوهم

---

[1] ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، **مسلمانوں کی سیاسی تاریخ** (کراچی: دار الاشاعت، س ن)، ۲:۷۰۹۔

[2] ڈاکٹر عبد الجبار الجومرد، **خلیفہ ابو جعفر منصور** (لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۵۳ء)، ۱۳۵۔

[3] الجومرد، **خلیفہ ابو جعفر منصور**، ۶۲۱۔

[4] T. W. Arnold, *The Preaching of Islam*, 66.

[5] *Ibid.*

[6] *Ibid.*

[7] شبلی نعمانی، **مقالات شبلی** (اعظم گڑھ: دار المصنفین، س ن)، ۱:۲۰۲-۲۰۳۔

ویذبوا عنهم وعلیٰ ان یخرجوا الصلبان فی اعیادهم فادوا الجزیة الیهم علیٰ هذا الشرط وجری الصلح بینهم و علیه وکتبوا بینهم الکتاب علی هذا الشرط علی ان لا یحدثوا بناء بیعة ولا کنیسة فافتتحت الشام کلها و الحیرة الا اقلها علی هذا فلذالک ترکت البیع والکنائس ولم تهدم‘‘[1]

’’مسلمانوں اور ذمیوں کے درمیان جزیہ کی ادائیگی پر صلح ہوئی تھی، تمام شہروں کی فتح کے وقت یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ اندرونِ شہر اور بیرونِ شہر ان عبادت خانے اور کنیسے نہیں گرائے جائیں گے، ان کی جانوں کو محفوظ بنایا جائے گا، اِن پر حملہ آور ہونے والے دشمن سے جنگ کی جائے گی اور ان کا دفاع کیا جائے گا اور عیدوں کے مواقع پر اُن کو صلیب نکالنے کی جازت دی جائے گی۔ اسی شرط پر انہوں نے مسلمانوں کو جزیہ دیا البتہ اِن کے درمیان صلح اور معاہدہ کی تحریر کے وقت یہ شرط بھی عائد کی گئی تھی کہ وہ کوئی نیا عبادت کانہ بناسکیں گے نہ گرجا۔ چنانچہ شام کا پورا علاقہ اور کچھ مقامات کے علاوہ حیرہ کا پورا علاقہ انہی شرائط کی بنیاد پر فتح ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت خانے اور اور گرجا گھر اسی طرح باقی رکھے گئے، اُن کو نہیں گرایا گیا‘‘

عباسی خلیفہ ہادی (۷۸۵۔۷۸۶ء) کے زمانہ میں جب علی بن سلیمان کو مصر کا گورنر مقرر کیا گیا تو اُس نے حضرت مریم علیہا السلام کے گرجا اور چند گرجوں کو منہدم کرا دیا، ایک سال کے بعد ہادی کا انتقال ہو گیا، ہارون الرشید تخت نشین ہوا تو اس نے علی بن سلیمان کو معزول کرکے موسیٰ بن عیسیٰ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ موسیٰ نے گرجوں سے متعلق علماء کرام سے پوچھا۔ اس وقت لیث بن سعدؒ مصر کے تمام علماء کرام کے پیشوا اور امام تھے، جو کہ بہت بڑے محدث، فقیہ، صوفی اور مقدس بزرگ تھے، انہوں فتویٰ دیا کہ منہدم شدہ تمام گرجے دوبارہ تعمیر کیے جائیں، دلیل یہ پیش کی کہ مصر کے تمام گرجا گھر صحابہ کرامؓ اور تابعین علیہم الرحمہ کے زمانہ میں تعمیر کیے گئے تھے۔ آپ کے فتویٰ کے بعد تمام گرجا گھر سرکاری خرچے سے دوبارہ تعمیر کر دیے گئے۔[2] ہارون الرشید کے دورِ خلافت میں بہت ساری خانقاہیں ایسی تھیں جنہیں سرکاری عطیات مہیا کیے جاتے تھے۔[3] دار الخلافہ بغداد کی سرزمین پر سمالو کے باشندوں نے ایک گرجا تعمیر کیا، یہ لوگ خلیفہ کی اطاعت و پیروی کرکے اسی کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔[4] بصرہ شہر کی بنیاد حضرت عمر فاروقؓ نے ۶۳۸ء میں ڈالی تھی، ہارون الرشید کے عہد میں نسطوری مطران سرجیوس نے اس شہر میں گرجا تعمیر کرنے اجازت مانگی۔[5] اسی عہد میں بابل کی سرزمین پر ایک عالی شان گرجا گھر تعمیر کیا گیا جس میں حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت حزقیل علیہ السلام کے

---

[1] ابو یوسف، **کتاب الخراج**، ۱۳۸.

[2] یوسف بن تغری، **النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة** (مصر: المؤسسة المصریة، س ن)، ۲:۶۶.

[3] رئیس احمد جعفری، **خلیفہ ہارون الرشید اور ان کا عہد** (لاہور: لنک شاپ، ۲۰۱۸ء)، ۱۰۴.

[4] T. W. Arnold, *The Preaching of Islam*, 66.

[5] *Ibid.*

تابوت رکھے گئے۔[1] خلیفہ مامون الرشید کے دور میں دار الخلافہ کی سرزمین پر بہت سارے نئے گرجا گھر تعمیر کیے گئے جن میں دن رات ناقوس کی آوازیں گونجتی تھیں۔[2] مصر میں اقامت کے دوران خلیفہ مامون نے اپنے دو درباریوں کو قاہرہ کے قریب مقطم کی پہاڑی پر ایک عالی شان گرجا گھر بنانے کی اجازت عطا فرمائی، بکام نامی ایک دولت مند عیسائی کو اسی خلیفہ نے گرجا گھر بنانے کی اجازت دی جس کی بناء پر اُس نے بورہ کے مقام پر بہت سارے گرجا گھر تعمیر کروائے۔[3] نسطوری بطریق تیموثیوس نے خلیفہ کی اجازت سے ایک گرجا تکریت جبکہ ایک خانقاہ بغداد کی سرزمین پر تعمیر کروائی۔[4] عباسی خلیفہ المعتمد علی اللہ کے عہد خلافت میں "دیر عتیق" نامی گرجا گھر کو لوگوں نے گرادیا، یہ گرجا گھر نہر عیسیٰ کے پیچھے تھا، اُس میں موجود مال واسباب کو لوٹ لیا۔ محمد بن طاہر کی طرف سے بغداد پولیس کا حاکم حسین بن اسماعیل نے وہاں جاکر عوام کو گرجا کے باقی حصوں کو منہدم کرنے روکا۔ چند دنوں تک یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا، پھر سرکاری خزانے سے اس گرجا گھر کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔[5] خلیفہ طالع باللہ کے دورِ خلافت میں عضد الدولہ دیلمی خلافت بغداد کی قسمت کا مالک بن گیا تھا، اس کا وزیر اعظم نصر بن ہارون ایک عیسائی تھا، اس نے عضد الدولہ کی خصوصی اجازت سے تمام ممالک اسلامی میں گرجے تعمیر کروائے۔[6] عباسی خلیفہ المستضی باللہ کے عہد میں بھی بہت سارے نئے گرجا گھروں کی تعمیر کی گئی۔ ۱۱۸۷ء میں فسطاط کے مقام پر مریم عذرا نام سے ایک نئے گرجا گھر کی تعمیر کی گئی۔[7] اس پس منظر سے ثابت ہوتا ہے کہ عباسی عہد میں غیر مسلم اقلیتوں کو نہ صرف جان ومال کا تحفظ فراہم کیا گیا بلکہ اُن کی عبادت گاہوں اور مذہبی شعائر کی حفاظت کو بھی یقینی بنایا گیا، منہدم شدہ عبادت گاہوں کو سرکاری خزانے سے دوبارہ تعمیر کیا گیا اور بہت سارے نئے گرجا گھر اور خانقاہوں کی تعمیر عمل لائی گئی۔

اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کئی سو سال پر محیط ہے۔ وہاں مسلمانوں کے ساتھ دیگر مذاہب کے لوگ بھی رہتے تھے۔ اُن لوگوں کی جان ومال کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اُن کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کی حفاظت وترقی کے لیے بہت سارے اقدامات کیے جاتے تھے۔ دیگر مذاہب کی کئی عبادت گاہیں شہر کے اندر قائم تھیں۔ مسیحیوں کی ایک عبادت گاہ مرکز میں بھی تھی۔ اسی طرح

---

[1] T. W. Arnold, *The Preaching of Islam*, 66

[2] شبلی نعمانی، **المامون** (اعظم گڑھ: دار المصنفین، س ن)، ۱۵۸.

[3] T. W. Arnold, *The Preaching of Islam*, 67.

[4] *Ibid.*

[5] محمد بن جریر الطبری، **تاریخ الامم والملوک** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸ء)، ۴:۳۸:۷.

[6] شبلی نعمانی، **المامون**، ۱۶۰.

[7] T. W. Arnold, *The Preaching of Islam*, 67.

طلیطلہ شہر میں سلطانی کلیسا بھی موجود تھا۔[1] شہر قرطبہ کے ارد گرد ۱۵ سے زائد عیسائیوں کے گرجا گھر موجود تھے۔ مسلمانوں نے اندلس کو فتح کرنے کے بعد اُن کی تمام عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا اور اُن میں سے کسی کا بھی انہدام نہیں کیا۔ فتح کے بعد مسلمانوں نے اُن کو نئے عبادت خانوں کی تعمیر و ترقی کی اجازت دی جہاں وہ لوگ آزادی کے ساتھ عبادت کیا کرتے تھے۔ عربوں کی حکومت کے دوران تعمیر کی جانے والی عبادت گاہیں اِس بات کی دلیل ہیں کہ عرب مسلمانوں نے دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں اور اُن کے مذہبی مقامات کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا۔[2] شہر طلیطلہ میں عرب مسلمان حکمرانوں کے دور میں ٦ چرچ تھے جو کہ شہر کے اندر تھے۔ اسی طرح کے چرچ نویں صدی عیسوی میں شہر قرطبہ میں بھی موجود تھے۔[3] قرطبہ میں مسیحیوں کے سب سے اہم گرجا گھر کا پتا بھی ملتا ہے جو کہ ارملاط میں طلیطلہ کے راستے میں واقع تھا۔ ادبی میدان میں دلچسپ امر یہ ہے کہ اندلسی عہد کے شعراء کے کلام میں مسیحیوں کی بہت سی عبادت گاہوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔[4]

اِس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اندلس کی خلافت میں دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ مذہبی رواداری کو بہت زیادہ فروغ دیا گیا۔

خلافتِ عثمانیہ مشرقی و مغربی دُنیا میں غلبہ پانے والی ایک عظیم مسلم ریاست تھی، اس وسیع و عریض سلطنت میں غیر مسلموں کو ریاست کے طول و عرض میں اپنے اپنے مذہب کی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ ایک مغربی مؤرخ ایور سلے (**Eversley**) تُرکوں کے لیے عیسائیوں کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے اور سلاطین کی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفُّظ سے متعلق مثبت سوچ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ترک اور ہنگری والے برسرِپیکار تھے۔ جارج برنیکووچ نے ہنگری کے بادشاہ جان ہنیاڈی کو تلاش کیا اور اس سے پوچھا۔ "اگر تم فتح یاب ہوئے تو کیا کروگے؟ ہنیاڈی نے جواب دیا، میں کیتھولک مذہب کو قائم کروں گا۔ اس کے بعد برنیکووچ نے سلطان کو تلاش کیا اور اس سے پوچھا، اگر تم کامیاب ہوئے تو ہمارے مذہب کے ساتھ کس طرح پیش آؤ گے؟ سلطان نے جواب دیا۔ ہر مسجد کے ساتھ ایک گرجا تعمیر کرواؤں گا اور ہر شخص کو آزادی ہو گی کہ جس عبادت گاہ کو چاہے اختیار کرے۔[5]

برصغیر کے مسلم فاتحین اور حکمرانوں نے یہاں کی غیر مسلم رعایا کی جان و مال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اُن کے مذہبی مقامات کو بھی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ محمود غزنوی کی سومنا تھ مندر کو برباد کرنے کی کہانی تو بہت مشہور ہے لیکن دوسرے مندروں کے متعلق اُس کے طرزِ عمل کو بیان نہیں کیا جاتا۔ اُس نے جب متھرا کا مندر دیکھا تو اُس کی شان و شوکت دیکھ حیران ہوتے ہوئے کہا کہ اگر

---

[1] مارغریتالوبیز غومیز، **المستعربون: نقلة الحضارة الاسلامية فی الاندلس** (بیروت: مرکز دراسات الوحدة العربیة، ۱۹۹۷ء)، ۱: ۲۶۹.

[2] غوستاف لوبون، **حضارة العرب** (بیروت: مؤسسة هنداوی للتعلیم والثقافة، ۲۰۱۲ء)، ۲۷۷.

[3] مارغریتالوبیز غومیز، **المستعربون: نقلة الحضارة الاسلامية فی الاندلس**، ۱: ۲۷۰.

[4] لطفی عبدالبدیع، **الاسلام فی اسبانیا** (قاهرہ: مطبعة لجنة التالیف والترجمة والنشر، ۲۰۰۲ء)، ۲۷.

[5] Lord Eversley, *The Turkish Empire* (Lahore, Premier Book House, 1995), 95.

کوئی اِس طرح کی عمارت بنانا چاہے تو کئی لاکھ سرخ دینار خرچ کرکے بھی نہیں بنا سکتا، اور شاید دو سو سال میں بھی ایسی عمارت نہ بن سکے۔[1] شیر شاہ سوری کے عہد میں جو بھی گورنر اُن کے مذہبی مقامات کو محفوظ نہیں رکھ سکے گا اُس کو عہدہ سے ہٹا دیا جائے گا۔[2]
مغل حکمران مذہبی معاملات میں بڑے وسیع النظر واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے دیگر مذاہب کے مذہبی مقامات کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اُن کے مذہبی مقامات کو محفوظ رکھنے اور اُن کی تعمیر و ترقی کے لیے جائیدادیں وقف کر رکھی تھیں۔ جہانگیر نے اپنے محل کے اندر ایک مندر بنوا دیا اور اِس میں ہنومان جی کی مورتی رکھوا دی۔ اِس کے آثار آگرہ میں جہانگیری محل میں اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ مندر غالباً جہانگیر کی ہندو ماں اور ہندو بیویوں کی سہیلیوں اور کنیزوں کے لیے بنوایا گیا تھا جو جہیز میں کثیر تعداد میں راجپوت شہزادیوں کے جلو میں آیا کرتی تھیں۔[3] اورنگزیب طوطلامائی مندر کے لیے مصر کلینداس کے نام ایک سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ یہ مندر ملتان شہر کے اندر واقع ہے۔[4] اِس کے دور میں مذہبی معاملات میں کسی بھی جانبداری کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ بہت سارے مندروں کے پجاریوں نے اورنگزیب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے فرامین کو سنبھال کر رکھا ہے جن میں خیرات اور جائیدادوں کے دینے کا ذکر موجود ہے۔[5] گرنار مندر کے نام اس نے جو گرنار یا گرنال نام مشہور پہاڑ وقف کر دیا۔ یہ پہاڑ جوناگڑھ میں موجود ہے۔ اسی طرح آلو جی مندر کے نام ایک پہاڑی وقف کر دی جو کہ آلو جی میں موجود ہے۔ ان مندروں کے نام جائیداد وقف کرنے کے بعد عالمگیر کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ اِن املاک میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔ جو شخص ان پہاڑوں پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرے گا وہ لعنت کا مستحق ہوگا۔[6] سومیشور ناتھ مہادیو کے مندر جو کہ الہ آباد میں موجود ہے، کاشی وشوناتھ کا مندر جو کہ بنارس میں ہے، اُومانند مندر جو گوہاٹی میں ہے، جین مندر جو کہ شترونجی میں ہے اور بالا جی مندر کے علاوہ بہت سارے مندروں اور گردواروں کے لیے اُس نے جائیدادیں وقف کیں۔[7] اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں دیگر مذاہب کے لوگوں کو عبادت گاہیں بنانے کی بھی اجازت دی گئی تھی۔ متھرا، آگرا اور دہلی وغیرہ میں بہت سے ایسے مندر ہیں جو اِسلامی ادوار میں تعمیر کیے گئے۔ اسی طرح گوبند دیو جی، مدن موہن جی، مہاپر بھو چیتین جی

---

[1] محمد بن عبد الجبار العتبی، **لیمینی** (ایران: مرکز نشر میراث، ۱۹۸۸ء)، ۲: ۴۴.

[2] محمد حفیظ اللہ، **اسلام اور غیر مسلم** (پٹنہ: مسلم اکیڈمی، ۱۹۵۵ء)، ۳۳۲.

[3] سید صباح الدین، **ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری**، ۲: ۱۳۴.

[4] محمد ایوب خان نجیب آبادی، **عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں**، (نجیب آباد، یوپی: مینجر مکتبہ عبرت، ۱۹۳۸ء)، ۷۸.

[5] شوکت علی بستوی، **اسلامی رواداری قرآن و حدیث اور تاریخی شواہد کی روشنی میں**، ۱۱۵.

[6] ڈاکٹر بی۔ این پانڈے، **ہندو مندر اور اورنگ زیب عالمگیر کے فرامین** (نئی دہلی: مولانا آزاد اکیڈمی، ۱۹۹۴ء)، ۲۲۔۲۱.

[7] ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد، **اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر**، مترجم: فیضان رشید (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۴ء)، ۱۷.

اور گوپی ناتھ جی مندر مسلمانوں کے عہد میں ہی بنوائے گئے۔[1] بنگال کے ایک شہر وشال پور میں عالمگیر کے دور میں دو مندر تعمیر کیے گئے۔ یہ ۱۶۸۱ء کی بات ہے جبکہ تیسرے مندر کی تعمیر ۱۶۹۰ء میں ہوئی۔ گیا کے مندر کے لیے اُس نے بہت ساری زمین وقف کی۔[2] لال قلعہ کے سامنے ایک بہت مشہور مندر تھا، عالمگیر نے اُس کی ترقی کے لیے دو گاؤں اُس کے نام کر دیے۔[3] قلعہ اکبر آباد کی تیاری میں سرخ پتھر لگایا گیا۔ اِس پتھر کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ راجہ مان سنگھ اکبر بادشاہ کی اجازت کے ساتھ یہ پتھر اپنے ساتھ بندرابن میں لے گیا۔ وہاں اس نے گوبند دیو جی کا مندر بنوایا، اس مندر میں سرخ پتھر مفت لگایا گیا۔ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں بھی یہ مندر موجود رہا لیکن عالمگیر نے اِس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی۔[4] اسی طرح الہ آباد کا قلعہ لب دریائے جمنا اکبر بادشاہ کے دور میں بنایا گیا تھا۔ اِس قلعے میں ہندوؤں کی ایک عبادت گاہ ہے۔ اس عبادت گاہ میں ہندوؤں کی ہزاروں کی تعداد میں مورتیاں موجود ہیں۔ ہزاروں ہندو اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ یہ قلعہ یقینی طور پر عالمگیر کے قبضہ میں تھا۔ عالمگیر نے قلعہ کی حفاظت کے ساتھ اس مندر اور اس میں نصب شدہ تمام مورتیوں کو بھی محفوظ رکھا۔ ان میں سے کسی بھی مورتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔[5] سہسرام کا علاقہ بھی عالمگیر کی حکومت میں تھا۔ وہاں پر عالمگیر نے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ یہ مسجد چندی دیوی مندر کے بالکل قریب تھی۔ اس مسجد کے قریب مندر آج بھی موجود ہے۔[6] قلعہ رہتاس بھی عالمگیر اور دوسرے مغلیہ حکمرانوں کے قبضہ میں رہا۔ اس قلعہ میں ہندوؤں کے بہت پرانے مندر موجود ہیں۔ عالمگیر سمیت مغلیہ حکمرانوں نے قلعہ میں اُن مندروں کو محفوظ رکھا۔[7] اورنگزیب نے اپنی زندگی کے ۲۵ سال دکن میں گزارے جہاں پر ہزاروں کی تعداد میں بت خانے تھے لیکن عالمگیر نے کسی بھی بت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اسی طرح شہر الورہ کے ایک مشہور مندر میں بہت ساری تصاویر اور بت نصب ہیں، الورہ سے تھوڑے فاصلے پر عالمگیر کا مقبرہ ہے۔ عالمگیر سے پہلے گزرنے والے بڑے بڑے صوفیا اور علماء کرام کے یہاں مزار ہیں، اس کے باوجود یہ تصاویر اور بت آج بھی موجود ہیں۔[8] دولت آباد کے ایک پہاڑ کے دامن میں اورنگ زیب عالمگیر نے کچھ دن گزارے تھے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر وہ غار

---

[1] نجیب آبادی، **عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں**، ۹۲.

[2] اوم پرکاش پرساد، **اورنگ عالمگیر ایک نیا زاویہ نظر**، ۲۰.

[3] حکیم ظل الرحمن، **آئینہ اورنگ زیب** (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء)، ۱۷.

[4] نجیب آبادی، **عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں**، ۴۸۴.

[5] ایضاً، ۱۱۱.

[6] ایضاً، ۱۸۹.

[7] ایضاً.

[8] شبلی نعمانی، **مضامین عالمگیر** (کانپور: مطبوعہ مطبع انتظامی واقع، ۱۹۱۱ء)، ۸۲.

موجود ہیں جو ایلورہ کے نام سے مشہور ہیں۔ جہاں پر بہت سے مندر اور بت موجود ہیں۔ اُن بتوں کی ایسی سنگ تراشی کی گئی ہے جس کو دیکھنے کے لیے دور دراز سے لوگ آج بھی آتے ہیں۔[1] دکن میں گولکنڈہ اور کریم نگر کے نام سے دو مشہور قلعے ہیں۔اِن قلعوں کی چوٹیوں پر آج بھی ہندوؤں کی عبادت گاہیں موجود ہیں۔ مسلمان فاتحین نے اِن کو فتح کرنے کے بعد اِن کو منہدم نہیں کیا بلکہ اِن کو محفوظ رکھا۔[2] شاہ جہاں کے دور میں شاہی قلعہ کے پاس ایک مندر تعمیر کیا گیا اور عالمگیر کے دور تک باقی رہا۔[3] سیتاپور شہر میں ہندوؤں کی ایک مشہور عبادت گاہ ہے۔ اورنگزیب عالمگیر نے مصرکھ مہنت کو اُس مندر کی سند عطا کی تھی۔اُس کے ذریعے بہت ساری جگہیں مہنت کو عطا کی گئیں۔[4] بلدیو داور میں بلدیو جی کا مشہور مندر ہے۔اِس مندر کے لیے عالمگیر نے بہت جائیدادیں وقف کی تھیں۔یہ جائیدادیں ابھی تک اِس مندر کے احاطہ میں ہیں۔[5] اِس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اِسلام نے کبھی بھی دیگر مذاہب کے مذہبی شعائر، عبادت گاہیں اور مذہبی مقامات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور نہ اِن مقامات کو منہدم کرنے کی تعلیم دی ہے بلکہ اِسلام نے ہمیشہ اِن مقامات کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اِن کو منہدم کرنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم ہوں یا بنوامیہ، خلفاء بنو عباس ہوں، مغل بادشاہ ہوں یا کوئی مسلم حکمران سب دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے غیر معمولی انتظامات کرتے رہے، اِن کی ترقی کے لیے فنڈز مختص کرتے رہے، کچھ عبادت گاہوں میں غیر معمولی سہولیات مہیا کی گئیں۔ بعض مسلم حکمرانوں نے اپنے دورِ حکومت میں غیر مسلموں کے لیے عبادت گاہیں تیار کرائیں۔

۴۔ مسلم معاشرت میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق عصری تحدیات:

مسلم معاشرت میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت سے متعلق تحدیات درج ذیل ہیں:

ا۔ عبادت گاہوں سے متعلق اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی شاندار تاریخی روایات سے ناواقفیت:

اسلام مذہبی آزادی فراہم کرنے والا ایک آفاقی اور انسان دوست دین ہے۔ اس نے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکیں، ان کا تحفظ کر سکیں اور ان کے احترام کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کر سکیں۔ عہد رسالت، عہد خلفائے راشدین، عہد بنوامیہ، عہد بنو عباس، عہد اندلس، عہد عثمانیہ، عہد سلاطین دہلی اور عہد مغلیہ سمیت مسلمانوں نے ہمیشہ غیر مسلموں کے مذہبی، سماجی، سیاسی اور معاشی حقوق کی ادائیگی میں ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ مسلمانوں نے مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں اور

---

[1] مرزا بہادر یار جنگ، **حکومت اورنگ زیب کی اصلی تاریخ** (دہلی: جمال پرنٹنگ ورکس، ۱۹۳۸ء)، ۱۰.

[2] ایضاً.

[3] نجیب آبادی، **عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں**، ۸۹.

[4] ایضاً، ۱۱۳.

[5] ایضاً.

مقدس مقامات کے معاملے میں غیر معمولی اقدامات کیے ہیں۔ اسلام کی ان شاندار تعلیمات اور مسلم حکمرانوں کی مثال مہربانیوں کو آج کے مسلمان نظر انداز کر چکے ہیں۔

ب۔ مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کی اہمیت وحسّاسیّت کا عدم شعور:

عبادت گاہ کسی بھی مذہب کے متبعین کے لیے مرکز و محور کی حیثیت رکھتی ہے۔ عقائد کی تبلیغ و تشہیر اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کا براہِ راست تعلق عبادت گاہ سے ہوتا ہے۔ کسی مذہب کے حاملین کو حاصل ہونے والی آزادیوں کو جانچنے کا ایک اہم معیار بھی یہ عبادت گاہیں ہی ہوا کرتی ہیں۔ عبادت گاہیں محض مذہب کا ہی حوالہ نہیں بلکہ یہ تاریخ و ثقافت کی زمین بھی ہُوا کرتی ہیں۔ یہ کسی قوم کی سماجی نفسیات کی وضاحت کرتی ہیں۔

اس پسِ منظر میں مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کا وجود ایک تاریخی و مذہبی اور قومی اثاثے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی فکر و شعور ایک فلاحی اور توانا معاشرت کی بنیاد رکھتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے پاکستان میں ایسا مثالی ماحول میسر نہیں آسکا جس سے فہم و شعور اور تہذیب و تربیت کی یہ اعلیٰ منزل نصیب ہو سکتی۔ کثیر المذاہب معاشرت اور آزادیٔ رائے کی اسی ناگفتہ بہ صورتِ حال نے اہلِ پاکستان کو اپنے دیرینہ اور اہم مسائل کے حل سے دور کیے رکھا۔ قوم مذہبی تناؤ اور نفسیاتی کشمکش سے باہر آکر آزادانہ انداز میں اپنے مستقبل کے لیے کوئی بڑی منصوبہ بندی نہ کر سکی۔ یہ احساس اور شعور بیدار نہ ہو سکا کہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ و احترام کس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔

ج۔ سیاسی جماعتوں کا غیر ذمہ دارانہ کردار:

پاکستان کی پارلیمانی اور سیاسی تاریخ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سیاسی جماعتوں کا مذہبی اقلیتوں سے مشاورتی رابطہ نہایت کمزور ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کی ادائیگی سیاسی جماعتوں کی ترجیحات میں شامل نہیں۔ اقلیتوں کو سیاسی و پارلیمانی نظام میں باوقار شمولیت کے مواقع فراہم نہیں کیے جاتے۔ نہایت قابلِ افسوس امر یہ ہے کہ سیاسی جماعتیں مسلمان ووٹرز کے خوف سے اقلیتوں کے جائز مطالبات کی حمایت سے بھی گریز کرتی ہیں۔

د۔ عدالتی کاروائی کے دوران تعصُّب اور خوف کے مظاہر:

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے انہدام اور اُن پر ناجائز قبضے کی ایک اہم وجہ عدالتی کاروائی میں پایا جانے والا مذہبی تعصُّب بھی ہے۔ بعض ججوں پر الزام رہا ہے کہ وہ اقلیتوں کے ساتھ غیر مہدردانہ رویہ رکھتے ہیں۔ بعض عدالتی فیصلے خوف کے سائے میں تحریر کیے جاتے ہیں۔[1]

پاکستان ایسی اسلامی نظریاتی ریاست میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ جج ایسے اعلیٰ منصب پر فائز شخصیت کو اپنے مقام و مرتبہ کا لحاظ بہر صورت کرنا چاہیے۔

---

[1] پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، **رپورٹ ۲۰۱۳ء: پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال** (لاہور: نیو گارڈن ٹاؤن، ۲۰۱۴ء)، ۱۰۰.

ھ۔ذرائع ابلاغ کا مصلحت پسندانہ اور جانب دارانہ کردار:

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے عدم تحفظ کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ اپنا موثر کردار ادا نہیں کر پا رہے۔اخبارات و رسائل ہوں یا سرکاری و نجی ٹیلی ویژن چینلز، ہو سُو خوف کے سائے ہیں۔مذہبی اقلیتیوں سے متعلق خبروں کی تحقیق و تفتیش پر عموماً پہلو تہی کا رویہ سامنے آیا ہے۔مذہبی اقلیتوں اور اُن کی عبادت گاہوں پر حملوں کی عمومی طور پر میڈیا نظر انداز کرتا ہے۔اگر کوئی ہلکی پھلکی خبر سامنے آتی بھی ہے تو اُس کے صحیح پسِ منظر کو بیان کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔منفی یا مثبت تبصرہ تو دور کی بات ہے بنیادی مسائل کو زیر بحث ہی نہیں لایا جاتا۔

و۔لینڈ مافیا اور مذہبی پیشواؤں کی ملی بھگت:

پاکستان میں قانون کی عمل داری ایک اہم مسئلہ ہے۔ہر شعبہ میں قبضہ گروپ کی موجودگی کے آثار واضح طور پر نظر آتے ہیں۔زمینوں کی خرید و فروخت کے معاملات میں بھی بہت سے گروپ ایسے ہیں جو قانون کی گرفت سے آزاد رہتے ہوئے طاقت کے بل بوتے پر ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔لینڈ مافیا کے بعض لوگ مذہبی پیشواؤں سے خُفیہ روابط کر کے سوداطے کر لیتے ہیں اور عبادت گاہوں سے وابستہ زمینوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

ز۔نئی عبادت گاہ تعمیر کرنے کے لیے منظوری کا پیچیدہ طریقہ کار:

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو اپنی نئی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا قانونی حق نظریاتی اعتبار سے تو حاصل ہے لیکن عملی میدان میں بہت سی پیچیدگیاں اور مشکلات اس ضمن میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔نئی عبادت گاہ کی تعمیر کی اجازت کا اختیار متعلقہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو حاصل ہے۔ڈپٹی کمشنر نے مختلف مذاہب و مسالک کے رہنماؤں پر مشتمل ایک کمیٹی بنا رکھی ہے، نئی عبادت گاہ کی تعمیر کی منظوری کے لیے دی گئی درخواست عموماً اس کمیٹی کے حوالے کر دی جاتی ہے۔یہ کمیٹی اکثر اوقات مذہبی اقلیتوں کے معاملات میں تاخیری حربے استعمال کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ بہت کم عبادت گاہیں تعمیر ہو سکتی ہیں۔مختلف حیلے بہانے اور معاندانہ رویے اس ضمن میں سامنے آتے ہیں۔

ح۔عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے غیر مسلموں سے مشاورت کا فقدان:

عبادت گاہوں کی حفاظت اور اُن کا احترام ایک مذہبی مسئلہ ہی نہیں بلکہ اس کی سیاسی، ثقافتی، سماجی اور معاشی اہمیت بھی مسلمہ ہے۔عبادت گاہوں کے وجود کو کثیر الجہتی خطرات کا سامنا ہے۔ناجائز قبضوں، بااثر اور لالچی لینڈ مافیا کی ملی بھگت، پولیس اور دیگر انتظامی و تفتیشی اداروں کی ناقص اور معاندانہ کاروائیوں، میڈیا کی مجرمانہ خاموشی اور جانب دارانہ رپورٹنگ، تاریخی ریکارڈ کی عدمِ دستیابی اور مختلف حکومتوں کی عدمِ توجہ کا مناسب حل یہ ہے کہ مختلف ریاستی ادارے غیر مسلموں کے نمائندہ افراد سے مشاورتی ربط قائم کریں۔افسوس ناک امر یہ ہے کہ پاکستان میں اس جانب کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر مسلموں سے سیاسی، سماجی اور مذہبی روابط بڑھائے جائیں۔اُن کو قومی دھارے میں لا کر مشاورتی عمل کو یقینی بنایا جائے۔

۵۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق اسلامی تعلیمات کی عصری تطبیقات:

پاکستان میں نہ صرف مسلمان اکثریت کے ساتھ رہائش پذیر ہیں بلکہ اقلیت کی حیثیت سے یہاں مسیحی، ہندو، بہائی، سکھ، بدھ مت کے پیروکار اور پارسی بھی موجود ہیں۔ان لوگوں کی عبادت گاہیں اور مذہبی مقامات کی خاصی تعداد بھی ملک کے مختلف حصوں میں موجود ہے۔ پاکستانی حکومت نے ان عبادت گاہوں کی حفاظت کو بحال رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔اس کے باوجود ان مقامات سے متعلق بہت ساری شکایات موجود ہیں۔ دور حاضر میں ان مقامات کے تحفظ سے متعلق اسلامی تعلیمات سے درج ذیل طریقوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:

ا۔ پاکستان میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی مرمت کے لیے بیت المال سے عطیات مختص کیے جائیں تاکہ بوقتِ ضرورت اس مال سے عمارت کی تزیین و آرائش کی جاسکے۔ دور حاضر میں ان کی بہت ساری عبادت گاہیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں جن کی تعمیر نو کے لیے عطیات کی ضرورت ہے۔

ب۔ منہدم شدہ عبادت گاہوں کو سرکاری خزانے سے دوبارہ تعمیر کروایا جائے۔اس ضمن میں پاکستانی حکومت کا اقدام بڑا قابل تعریف ہے کہ انہوں نے منہدم شدہ مندروں کی تعمیر نو کا حکم دیا ہے۔ کچھ کا کام تو شروع ہو چکا ہے جبکہ کچھ کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔

ج۔ عبادت گاہوں کے وجود کو ناجائز قبضوں، پولیس اور دیگر انتظامی اداروں کی ناقص کاروائیاں، تاریخی ریکارڈ کی عدم دستیابی اور بااثر اور لالچی لینڈ مافیا کی ملی بھگت ایسے بہت سارے خطرات کا سامنا ہے۔اس پسِ منظر میں عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق غیر مسلموں سے مشاورت کے عمل کو یقینی بنایا جائے تاکہ اُن کی عبادت گاہیں جن خطرات سے دوچار ہیں، اُن کا فوری طور پر حل تلاش کیا جائے۔

د۔ پاکستان میں دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو نئی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا اگرچہ قانونی حق حاصل ہے لیکن عملی میدان میں اُن کو مشکلات کا سامنا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسا طریقہ کار ایجاد کیا جائے جس کی مدد سے اُن کو اپنی آبادی میں نئی عبادت گاہ کی تعمیر کے لیے طرح طرح کی مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

خلاصۂ بحث:

اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ اور اُن کا احترام مذہبی، سیاسی اور سماجی اعتبار سے نہایت اہم معاملہ ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی کے ضمن میں واضح تعلیمات دی ہیں۔ مسلمانوں نے مختلف ادوار میں غیر مسلموں سے مبنی بر انصاف واحسان تعلقات قائم رکھے ہیں۔ برصغیر کے مسلم حکمرانوں کا رویہ اس ضمن میں بڑی فیاضی پر مشتمل تھا۔ انہوں نے مختلف مذاہب کے مذہبی شعار کے احترام کو یقینی بنایا۔ انہوں نے سرکاری اور ذاتی وسائل سے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو تعمیر کروایا۔ اس شاندار ماضی سے وابستگی کے باوجود آج مسلم ممالک میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے حوالے سے بہت سے چیلنجز درپیش ہیں۔ عام آدمی عبادت گاہوں سے متعلق اسلامی تعلیمات آگاہ نہیں ہے، وہ مسلمانوں کی اُن عظیم الشان تاریخی روایات سے بھی ناواقف ہے جن کے مطابق مسلم حکمران غیر مسلموں پر دست شفقت رکھا کرتے تھے۔ عام آدمی نہیں جانتا کہ مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کی سیاسی، سماجی اور مذہبی و تہذیبی اہمیت کیا ہے۔ سیاسی جماعتوں کا کردار نہایت غیر ذمہ دارانہ ہے۔ عدالتی کاروائیوں کے دوران تعصّب

اور خوف کے بعض آثار محسوس ہوتے ہیں، میڈیا مصلحت کا شکار ہو کر خاموشی میں عافیت سمجھتا ہے اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں سے ہونے والی ناانصافی پرچُپ کا روزہ رکھے ہوئے ہے، میڈیا سے وابستہ بعض حضرات جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ متروکہ وقف املاک بورد کو چاہیے تھا کہ وہ اقلیتوں اور اُن کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق سنجیدہ اقدامات کرتا مگر اقلیتی نمائندے اور عام اس ادارے کی کارکردگی سے مایوس ہیں۔ لینڈ مافیا نے ان عبادت گاہوں سے منسلک اراضی پر ناجائز قبضہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اقلیتی برادری سے تعلق رکھنے والے بعض مذہبی پیشوا بھی لینڈ مافیا سے خُفیہ سودے بازی کرتے ہیں۔ نئی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا طریقہ کار بڑا مشکل اور پیچیدہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان چیلنجز کی نوعیت و حقیقت کو اچھی طرح سمجھا جائے اور ان مسائل کو حل کرنے کے لیے سنجیدہ عملی اقدامات کیے جائیں۔

@ 2020 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)